31

اب خدا تعالیٰ نے اپنے دین کو پھیلانے اور اس کی شان وشوکت کو قائم رکھنے کا کام ہمارے سپرد کیا ہے

(فرمودہ یکم اکتوبر 1948ء بمقام رتن باغ لاہور)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد درج ذیل آیات کی تلاوت کی:

"اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝ 1

اور فرمایا

"سب سے پہلے مَیں اس بات کا اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ اب چونکہ ہمارے دفاتر آہستہ آہستہ ربوہ کی طرف منتقل ہو رہے ہیں اور کوشش کی جا رہی ہے کہ ایک دو ہفتہ میں دفاتر کا بہت سا حصہ

ربوہ میں منتقل کر دیا جائے۔ اس لیے مجبوری کی وجہ سے جمعہ کی نماز جو ہم نے یہاں پڑھنی شروع کر دی تھی اِنْشَاءَ اللّٰہ اگلے جمعہ سے پھر مسجد احمدیہ میں پڑھنی شروع کر دیں گے تا ہمارے ربوہ جانے سے پہلے پہلے لوگ مسجد کی طرف جانے کے عادی ہو جائیں۔ اب موسم کسی قدر اپنی سختی کھو چکا ہے اور اگر دوست نماز کے وقت باہر دھوپ میں بھی کھڑے ہو جائیں، قریب کی گلیوں یا اردگرد کی جگہوں میں کھڑے ہو جائیں تو نماز کی خاطر ان کا یہ چند منٹ دھوپ میں کھڑا ہونا زیادہ تکلیف دہ نہیں ہوگا۔ خطبہ کے وقت احباب سمٹ سمٹا کر مسجد کے اندر بھی آ سکتے ہیں اور خطبہ کے بعد جہاں بھی جگہ مل سکے نماز ادا کر سکتے ہیں۔ بہرحال مناسب یہی ہے کہ آئندہ نماز جمعہ مسجد احمدیہ میں ہی ہوا کرے تا لوگوں کو مسجد کی طرف توجہ پیدا ہو جائے لیکن جہاں یہ مناسب ہے کہ لوگ مسجد کی طرف توجہ کریں اور وہاں جا کر نماز باجماعت ادا کریں وہاں یہ بھی مناسب ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور اپنی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو محسوس کرتے ہوئے کوئی بڑی جگہ مسجد کے لیے تجویز کرے۔

لاہور کی زیادہ جائیداد ہندوؤں کے پاس تھی، لاہور کی زیادہ تجارت ہندوؤں کے پاس تھی، لاہور کے مال کا زیادہ حصہ ہندوؤں کے پاس تھا اور اس کے بڑے بڑے گاہک بھی ہندو تھے۔ اب ان کے چلے جانے کے بعد قیمتیں گر گئی ہیں۔ یہی وقت تھا جب جماعت اپنی ضرورتوں کو محسوس کرتے ہوئے مسجد کے لیے اتنی زمین خرید سکتی تھی جس میں کافی لوگ جمع ہو سکتے۔ پچھلے دنوں مجھے اپنی ایک جائیداد کے سلسلہ میں چند ایجنٹوں سے ملنے کا موقع ملا اور انہوں نے بتایا کہ اب لاہور میں اچھی اچھی جگہوں پر دو ہزار روپیہ فی کنال جگہ مل جاتی ہے۔ گویا جماعت لاہور اگر چار کنال کا ٹکڑا خرید لے تو اس پر آٹھ دس ہزار روپیہ خرچ آئے گا۔ جماعت لاہور میں چھ سو کے قریب افراد ہیں یا اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اگر ان میں اخلاص اور جوش پایا جاتا ہو تو ان کے لیے اس رقم کا اکٹھا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ درحقیقت اتنی رقم تو ایک دن میں ہی اکٹھی ہو جانی چاہیے۔ جب مَیں کہتا ہوں کہ جماعت لاہور کی تعداد چھ سو افراد کے قریب ہے تو اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ جماعت کے مردوں کی تعداد چھ سو ہے۔ یوں تو جماعت کی تعداد تین چار ہزار کے درمیان ہے۔ قادیان کے لوگ غریب تھے۔ اب کچھ آبادی بڑھ گئی تھی ورنہ آٹھ نو سال پہلے قادیان کی جو احمدی آبادی تھی وہ سات آٹھ ہزار کے قریب تھی اور مرد صرف ڈیڑھ ہزار کے قریب تھے لیکن باوجود اس کے کہ جماعت غریب تھی اور ان کی آمدنیں

بہت کم تھیں مَیں نے دیکھا ہے کہ معمولی سے معمولی تحریک پر دس دس پندرہ پندرہ ہزار روپیہ جمع ہو جاتا تھا۔ لاہور کی جماعت کی حیثیت تو اس کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ اگر جماعت واقع میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے تو اتنی رقم دو چار گھنٹے میں اکٹھی ہو جانی چاہیے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ جماعت کے افراد کو جتنا کمزور سمجھا جاتا ہے اتنے ہی وہ کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اگر انہیں کمزور نہ سمجھا جائے بلکہ مضبوط سمجھا جائے اور مضبوط آدمیوں والا ان سے کام لیا جائے تو وہ طاقتور بن سکتے ہیں۔ فسادات سے پہلے لاہور میں جو زمین دس دس، پندرہ پندرہ، بیس بیس ہزار روپیہ فی کنال بمشکل ملتی تھی اب وہی زمین دو دو تین تین ہزار روپیہ فی کنال بآسانی مل جاتی ہے۔ وہی جگہ جس کا مَیں سودا کرنا چاہتا تھا اس کے متعلق مجھے ایک ایجنٹ نے دو تین سال پہلے بتایا تھا کہ اس جگہ کی قیمت چودہ پندرہ ہزار روپیہ کنال ہے مگر اب مَیں نے اس کا سودا کرنا چاہا تو ایجنٹوں نے بتایا کہ شاید وہ زمین دو ہزار روپیہ سے زیادہ قیمت نہ حاصل کر سکے بلکہ انہوں نے بتایا کہ اس سے بہتر جگہوں پر بھی دو دو تین تین ہزار روپیہ فی کنال زمین مل جاتی ہے۔ پس یہ موقع تھا جس سے اگر جماعت فائدہ اٹھاتی تو وہ بآسانی ایک وسیع مسجد کے لیے زمین خرید سکتی تھی۔ موجودہ جماعت کے لحاظ سے یہ مسجد کافی نہیں۔ اگر جماعت ہمت سے کام لے اور تبلیغ پر زور دے تو اتنی بڑی مسجدیں تو محلوں کی مسجدیں ہونی چاہییں۔ قادیان میں کئی مسجدیں لاہور کی موجودہ مسجد سے بڑی تھیں۔ دو تین مسجدیں تو یقیناً بڑی تھیں۔ مسجد اقصیٰ کے علاوہ محلّہ دارالفضل کی مسجد اس سے بڑی تھی۔ مسجد نور بھی اس سے بڑی تھی اور مسجد دارالفتوح بھی غالباً اس سے بڑی تھی۔ ہماری جماعت بہرحال پھیلے گی اور اس کے لیے ہمیں ہر محلّہ میں مسجدیں بنانی پڑیں گی اور پھر حقیقت یہ ہے کہ اگر ہر محلّہ میں مسجد ہو تو مسجد کی طرف لوگوں کو توجہ دلانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لوگ خود بخود مسجد کی طرف آئیں گے۔ جماعت اسی لیے سست ہے کہ ہر محلّہ میں مسجد نہیں پائی جاتی اور لوگ اپنے گھروں میں نمازیں پڑھ لیتے ہیں۔ دوسرے گھروں میں نماز پڑھنے پر لوگ کہہ دیتے ہیں جیسا اُس کا گھر ہے ویسا ہمارا گھر ہے۔ چلو اپنے گھر میں ہی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ وہاں بھی نماز پڑھنی ہے اور یہاں بھی نماز ہی پڑھنی ہے۔ لیکن جب ایک گھر کو خدا کی طرف منسوب کر دیا جائے تو پھر ہر ایک یہی محسوس کرتا ہے کہ اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے یہ بہتر ہے کہ خدا تعالیٰ کے گھر میں نماز پڑھی جائے۔ میرا خیال ہے کہ اگر جماعت کوشش کر کے ہر محلّہ میں چھوٹی

چھوٹی مسجدیں بنالے تو مسجد کی طرف لوگوں کو توجہ بھی ہوگی اور پھران پر سختی بھی کی جاسکتی ہے۔ انہیں یہ خود بخود احساس ہوگا کہ خدا تعالیٰ کا گھر ویران پڑا ہے۔ اسے آباد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

بہر حال جہاں مَیں یہ اعلان کرتا ہوں کہ اگلے جمعہ سے ہم اِنْشَاءَ اللّٰہ نماز مسجد میں ادا کیا کریں گے تا لوگوں کو مسجد کی طرف توجہ پیدا ہو جائے وہاں مَیں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ موجودہ مسجد جماعت کی ضروریات کے لحاظ سے ناکافی ہے۔ اگر جماعت سے سات آٹھ ہزار روپیہ اکٹھا کرلیا جائے اور اس سے چار کنال کا ٹکڑا خرید لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ زمین اٹھارہ ہزار فٹ ہوگی اور اٹھارہ ہزار فٹ جگہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں تین ہزار آدمی بآسانی نماز پڑھ سکیں گے۔ پھر اگر برآمدے کو ملا لیا جائے اور لوگ ذرا تنگی کر کے نماز پڑھ لیں تو اتنی جگہ پر پانچ ہزار آدمی بھی آسکیں گے۔ لاہور کے لیے یہ بھی کوئی بڑی جگہ نہیں۔ ایک دن ایسا آئے گا جب جماعت کی تعداد اتنی بڑھ جائے گی کہ یہ جگہ بھی ناکافی ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا وَسِّعْ مَکَانَکَ 2 تُو اپنے گھر کو وسیع کر۔ لیکن مکین وہ بعد میں لایا۔ اُس وقت یہی ہوتا تھا کہ ہم اپنے مکانوں کو وسیع کرتے تھے اور مہمان آنے شروع ہو جاتے تھے اور وہ مکان ان کے لیے ناکافی ہو جاتے تھے۔ جب تک باہر محلے نہیں بنے تھے سارے مہمان حلقہ مسجد مبارک کے چھوٹے سے حلقے میں ہی آ جاتے تھے۔ باہر محلے بنانے کا ہمیں خیال بھی نہیں آتا تھا۔ مَیں تو سمجھتا تھا کہ ہماری جماعت ایک غریب جماعت ہے کون زمینیں خرید کر مکان بنا سکتا ہے لیکن ایک دن مجھے خیال آیا کہ قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کا جو پہلا پارہ چھپے وہ ہمارے خاندان کے ہی خرچ سے چھپے تا سارا ثواب ہمارے خاندان کے لیے مخصوص ہو جائے۔ مَیں نے خاندان میں تحریک کر کے کچھ وعدے لیے لیکن اس مقصد کے لیے ضرورت تین چار ہزار روپیہ کی تھی اور میری تحریک پر جو چندہ جمع ہوا وہ صرف پانچ چھ سو روپیہ تھا۔ باقی روپیہ کے متعلق مَیں نے یہ سوچا کہ اس کے متعلق کیا کیا جائے۔ مَیں نے اپنی زمینوں کے مختار سے اس کا ذکر کیا اور پوچھا کہ کیا ہماری ایسی کوئی جائیداد ہے جو بِک جائے۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ مَیں نے کہا میری یہ نیت ہے کہ اگر کوئی قطعہ زمین بِک جائے تو اس کی قیمت سے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کا کام شروع کیا جائے تا سارا ثواب ہمارے خاندان کو ملے۔ انہوں نے کہا یہ کام تو چند گھنٹوں میں ہو جائے گا؟ مجھے اس کام کا کوئی

تجربہ نہیں تھا۔ مَیں تو اسے ناممکن سمجھتا تھا۔ مَیں نے پوچھا یہ کیسے ہو جائے گا۔ انہوں نے بتایا کہ فلاں جگہ پر جو آپ کی زمین ہے آپ اسے بیچ دیجیے۔ لوگ مکانوں کے لیے خرید لیں گے۔ مَیں نے کہا ہماری جماعت کے لوگ غریب ہیں یہ کہاں خریدیں گے۔ انہوں نے کہا آپ مجھے اختیار دے دیجیے مَیں ابھی اسے فروخت کروا دیتا ہوں۔ غالباً اُس وقت نوّے روپیہ فی کنال زمین تجویز کی گئی تھی اور مَیں نے آٹھ ایکڑ زمین بیچنے کی اجازت دی مگر مَیں نے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ مجھے امید نہیں کہ یہ زمین بِک جائے۔ وہ کہنے لگے یہ تو ابھی بِک جائے گی۔ مَیں اُس وقت گول کمرہ میں الفضل کے لیے ایک مضمون لکھ رہا تھا۔ مَیں نے دس بجے صبح کے قریب اپنے مختار کو بھیجا اور عصر کے قریب وہ ہاتھ میں روپوں کی تھیلیاں لے کر آ گئے اور کہنے لگے زمین بِک گئی ہے۔ اگر آپ اَور جائیداد بیچنا چاہیں تو مجھے اجازت دے دیجیے مَیں اسے بھی بیچ دوں گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے محلّہ دارالفضل کی بنیادیں قائم کی گئیں۔

ہم نے یہ کام غالباً نوّے روپے فی کنال پر شروع کیا تھا مگر بعد میں قادیان کی زمینیں بیس بیس ہزار روپیہ فی کنال کے حساب سے فروخت ہوئی ہیں۔ صدر انجمن احمدیہ نے ایک دفتر بنانے کے لیے زمین کا ایک ٹکڑا چالیس ہزار روپیہ فی کنال کے حساب سے خریدا تھا تو دیکھو کہاں سے کہاں نوبت پہنچ گئی۔ اگر یہ مسجد وسیع کر لی جائے تو اللہ تعالیٰ بھی کہے گا یہ لوگ ہم پر حُسنِ ظنی کرتے ہیں۔ چلو ہم بھی آدمی لاتے ہیں۔ پھر ہم اَور مسجد وسیع کریں گے تو خدا تعالیٰ اَور آدمی لائے گا ہم پھر مسجد وسیع کریں گے تو خدا تعالیٰ اَور آدمی لائے گا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ جماعت اِس وقت چار کنال زمین خرید لے۔ پھر چار دیواری کر کے خواہ اس میں خیمے نصب کر لے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ زیادہ شاندار مسجد بنانے کی ضرورت نہیں۔ میرا خیال ہے کہ جماعت دو ہزار روپے اَور اکٹھے کرے تو وہ زمین نماز کے قابل ہو سکتی ہے۔ مسجد کے وسیع کر لینے سے یہی فائدہ نہیں ہوگا کہ نماز آرام سے ادا ہو جایا کرے گی بلکہ اس کا مزید فائدہ یہ ہوگا کہ جماعت میں خود بخود برکت پڑتی جائے گی۔ اگر آپ لوگ سچے دل سے مسجد کو بڑھائیں گے تو خدا تعالیٰ بھی کہے گا میرے بندوں نے مجھ پر حُسنِ ظنی کر کے مسجد کو بڑھایا ہے مگر ابھی جگہ خالی ہے۔ میرے بندوں کو شرمندگی نہ ہو مَیں اَور آدمی لاتا ہوں تا مسجد میں کوئی جگہ خالی نہ رہے۔

اس کے بعد مَیں جماعت کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی سلسلہ کو کھڑا کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اُسے پھیلایا جائے۔ اس لیے قائم نہیں کرتا کہ لوگ اسے مان کر گھروں میں بیٹھ جائیں۔ مومنوں کو ثواب اسی چیز کا ملتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کو پھیلانے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ جب تک یہ جذبہ کسی جماعت کے افراد میں قائم رہتا ہے وہ بڑھتی چلی جاتی ہے اور جب یہ جذبہ ان کے دلوں سے نکل جاتا ہے تو اس قوم کی ترقی رک جاتی ہے۔ جب مسلمان ہندوستان میں آئے تھے تو وہ چند افراد تھے۔ انہوں نے تبلیغ کی اور ان کی تبلیغ کے ذریعہ سے مسلمانوں کی تعداد دو تین کروڑ ہو گئی۔ پھر انگریزی حکومت کے زمانہ میں یہ تعداد آٹھ نو کروڑ تک جا پہنچی مگر جس ذریعہ سے ان کی تعداد ابتدا میں دو تین کروڑ تک پہنچی تھی انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے غافل ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس کے بعد جو آٹھ نو کروڑ تک بڑھے ہیں نسلاً بڑھے ہیں۔ نئے لوگ ان میں شامل نہیں ہوئے اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ کوئی شامل ہو گیا ہو تو ہو گیا ہو ورنہ مسلمانوں کی یہ ترقی نسلاً ہی ہوئی ہے۔ اس لیے نہیں ہوئی کہ انہوں نے غیر مسلموں کو تبلیغ کے ذریعہ اسلام میں داخل کر لیا تھا۔ یہی وہ چیز تھی جس کی وجہ سے تقسیمِ ہند کا سوال اٹھا۔ یہی وہ چیز تھی جس کی وجہ سے مسلمان اس دورِ ابتلاء میں سے گزرے جس کی مثال تاریخ میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ اگر مسلمان اسلام کو اس طریق سے پھیلاتے جس طریق سے پہلے لوگوں نے پھیلایا، اگر وہ اپنے آباء واجداد کی طرح تبلیغ کرتے رہتے تو ہندوستان میں مسلمانوں کی اتنی تعداد ہو جاتی کہ انہیں وہاں سے نکالنا مشکل ہو جاتا۔ اور مسلمان ہندوؤں پر اتنا غلبہ پا جاتے کہ انہیں مسلمانوں کو نکالنے کی جرأت نہ ہوتی بلکہ پارٹیشن (Partition) کا سوال ہی نہ اٹھتا۔ اگر مسلمان تبلیغ کرتے رہتے تو جب انگریز آئے تھے ان کی تعداد دو تین کروڑ ہی نہ ہوتی سات آٹھ کروڑ ہوتی اور آج وہ نو دس کروڑ نہ ہوتے بلکہ اکیس کروڑ کے قریب ہوتے اور ان کا ہندوستان سے بھاگنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا بلکہ ہندو اپنی جانیں بچانے کے لیے ان سے الگ ہونے کا سوال کھڑا کرتے۔ پھر اگر مسلمان تبلیغ کرتے تو انہیں وہ طاقت حاصل ہوتی کہ ہندو ان کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہ رکھتے۔ تبلیغ کے ذریعہ ان پر وہ برکات اور افضال نازل ہوتے جن سے اب یہ محروم ہو چکے ہیں۔

اب خدا تعالیٰ نے اپنے دین کو پھیلانے اور اس کی شان وشوکت کو قائم رکھنے کا کام ہمارے سپرد کیا ہے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ہماری جماعت کے افراد بھی اپنے فرائض کو سمجھ نہیں

رہے۔ ابھی تک ہماری جماعت کا بیشتر حصہ ایسا ہے جو چند عقائد کا نام جن کو اس نے مان لیا ہے احمدیت رکھ لیتا ہے اور وہی مرض جو پہلے مسلمانوں میں پیدا ہوگئی تھی اب احمدیوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ یعنی زبان سے کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ بخشنے والا ہے اور کام کچھ نہ کیا۔ خدا تعالیٰ نے ایک سلسلہ کو قائم کر کے جس سے وہ روحانیت کا انتشار چاہتا ہے، جس سے وہ صداقت کا انتشار چاہتا ہے، جس سے وہ اپنے دین کا غلبہ چاہتا ہے یونہی نہیں چھوڑ دیتا۔ اگر اس سلسلہ کے ماننے والے خدا تعالیٰ کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہیں تو وہ برکت پاتے ہیں اور اگر وہ خدا تعالیٰ کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتے تو پھر وہ سزا پاتے ہیں۔ یہ آیات جو مَیں نے پڑھی ہیں ان میں خدا تعالیٰ مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہے اور فرماتا ہے اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ تُو دنیا کو خدا تعالیٰ کے رستہ کی طرف بلا۔ اس آیت میں کہا تو اُدْعُ ہے لیکن دراصل یہ مسلمانوں کی غیرت کو بھڑکانے کے لیے کہا گیا ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص جو قوم کا سردار ہو یا کوئی اَور بڑا آدمی کوئی کام کرتا ہے تو اُسے کام کرتا دیکھ کر دوسروں کو بھی غیرت اور شرم آجاتی ہے۔ آخر لوگ تبلیغ کیوں نہیں کرتے؟ اِسی لیے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا وقت زیادہ قیمتی ہے۔ لیکن اگر ان کا سردار اور ان کا آقا تبلیغ کرے تو کون بے شرم ہوگا جو اپنے آقا کو کام کرتا ہوا دیکھے اور پھر بھی وہ کام نہ کرے۔ جو اپنے آقا کو تبلیغ کرتا دیکھے گا وہ خود بخود یہ سمجھ لے گا کہ اس کے آقا کا وقت اس سے زیادہ قیمتی ہے۔ اگر اس کا آقا تبلیغ کرتا ہے تو وہ کیوں نہ کرے؟

مجھے یاد ہے ہم ابھی بچے ہی تھے۔ تھوڑی آبادی کے گاؤں میں عموماً مزدور وغیرہ نہیں ملتے شہروں میں مل جاتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لوگوں نے اپنے اپنے کاموں کے لیے "کامے" رکھے ہوئے ہوتے ہیں مگر یہ نہیں ہوتا کہ کسی وقت مزدور کی ضرورت ہو اور وہ مل جائے۔ ابتدائی زمانہ میں چونکہ قادیان کی آبادی بہت کم تھی اس لیے قادیان میں بھی اُس وقت یہی طریق رائج تھا۔ جب کوئی ایسا کام پڑ جاتا تھا جو گھر والوں سے نہیں ہوسکتا تھا تو اَور لوگ آجاتے اور وہ کام کر دیتے۔ کسی گھر میں اگر دو تین مہمان آجائیں تو ایک کھلبلی سی مچ جاتی ہے مگر وہاں تو ساٹھ ستّر کے قریب مہمان رہتے تھے۔ ان کی خدمت کے لیے مختلف سامانوں کی ضرورت ہوتی تھی، کھانا پکوانے کی ضرورت ہوتی تھی، سودا وغیرہ لانے کی ضرورت ہوتی تھی اور یہ ظاہر ہے کہ یہ کام صرف ہمارے خاندان کے افراد نہیں کر سکتے تھے۔ اکثر یہی ہوا کرتا تھا کہ جماعت کے افراد مل ملا کر وہ کام کر دیا کرتے تھے۔ اُس وقت

طریق یہ تھا کہ اگر ایندھن آجاتا اور وہ اندر ڈالنا ہوتا تو گھر کی خادمہ آواز دے دیتی کہ ایندھن آیا ہے کوئی آدمی ہے تو وہ آجائے اور ایندھن اندر ڈال دے۔ پانچ سات آدمی جو حاضر ہوتے وہ آجاتے اور ایندھن اندر ڈال دیتے۔ دو تین دفعہ ایسا ہوا کہ کام کے لیے باہر خادمہ نے آواز دی مگر کوئی آدمی نہ آیا۔ ایک دفعہ لنگر خانہ کے لیے اُپلوں کا ایک گڈا آیا، بادل بھی آیا ہوا تھا۔ خادمہ نے آواز دی تا کوئی آدمی مل جائے تو وہ اُپلوں کو اندر رکھوا دے مگر اس کی آواز کی طرف کسی نے توجہ نہ کی۔ مَیں نے دیکھا کہ حضرت خلیفہ اول اُس وقت مسجد اقصیٰ سے قرآن کریم کا درس دے کر واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ اُس وقت خلیفہ نہیں تھے مگر علمِ دینیات، تقوٰی اور طب کی وجہ سے آپ کو جماعت میں ایک خاص پوزیشن حاصل تھی اور لوگوں پر آپ کا بہت اثر تھا۔ آپ درس سے فارغ ہو کر گھر جا رہے تھے کہ خادمہ نے آواز دی اور کہا کہ کوئی آدمی ہے تو وہ آجائے بارش ہونے والی ہے، ذرا اُپلے اٹھا کر اندر ڈال دے۔ لیکن کسی نے توجہ نہ کی۔ آپ نے جب دیکھا کہ خادمہ کی آواز کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی تو آپ نے فرمایا اچھا! آج ہم ہی آدمی بن جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے اُپلے اٹھائے اور اندر ڈالنے شروع کر دیئے۔ ظاہر ہے کہ جب شاگرد استاد کو اُپلے ڈالتے دیکھے گا تو وہ بھی اُس کے ساتھ وہی کام شروع کر دے گا چنانچہ اَور لوگ بھی آپ کے ساتھ کام کرنے لگ گئے اور اُپلے اندر ڈال دیئے۔ مجھے یاد ہے مَیں نے دو تین مختلف مواقع پر آپ کو ایسا کرتے دیکھا اور جب بھی آپ اُپلے اٹھانے لگتے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ مل جاتے۔

اِسی طرح جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر کفار سے صلح کر لی تو صحابہؓ بہت رنجیدہ ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ یہیں قربانیاں کر دو مگر کسی نے قربانی نہ کی۔ آپؐ گھر تشریف لے گئے اور اپنی ایک بیوی سے جو آپؐ کے ساتھ تھی فرمایا مَیں نے اپنی قوم کا جو نمونہ آج دیکھا ہے وہ اِس سے پہلے نہیں دیکھا۔ پہلے جب بھی میں انہیں کسی قربانی کے لیے کہتا تھا تو وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے تھے مگر آج جب مَیں نے قربانی کے لیے کہا تو وہ اٹھے نہیں۔ آپؐ کی اہلیہ مبارکہ نے جو اُس وقت ساتھ تھیں فرمایا یا رسول اللہ! یہ تو آپ کے عاشق ہیں۔ صدمہ کی وجہ سے ان کی عقلیں ماری گئی ہیں۔ آپ اس کی پروا نہ کریں اور سیدھے جا کر اپنی قربانی ذبح کر دیں اور کسی سے بات نہ کریں۔ آپ نے فرمایا یہ تجویز ٹھیک ہے۔ آپ نے نیزہ پکڑا اور جہاں آپ کا اونٹ کھڑا تھا تشریف لے گئے اور اپنی قربانی کو ذبح کرنا شروع کر دیا۔ آپؐ نے ابھی نیزہ مارا ہی تھا کہ لوگ

بے تحاشا اپنے چھُرے، تلواریں اور نیزے لے کر وہاں پہنچے۔ کچھ آپ کی مدد کو چلے گئے اور باقی اپنی قربانیاں کرنے لگے۔

غرض بڑے آدمی یا سردارِقوم کو کام کرتے دیکھ کر اس کے اتباع خود بخود وہ کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد رسول اللہ! تیری قوم کو تجھ سے محبت ہے اور وہ آئندہ بھی تجھ سے محبت کا دعوٰی کرے گی۔ اگر اسلام کے سلسلہ کو جاری کرنے کی غرض دنیا میں صداقت کو قائم کرنا ہے اور صداقت، تبلیغ کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی اور تبلیغ اُس وقت ہی ہوسکتی ہے جب لوگ کُلّی طور پر اس طرف لگ جائیں۔ پس اے میرے رسول! ہم تجھے ایک ترکیب بتاتے ہیں۔ تُو اٹھ اور تبلیغ میں لگ جا۔ تیرے اتباع جب تجھے تبلیغ کرتا دیکھیں گے تو وہ بھی تبلیغ میں لگ جائیں گے۔ اُدْعُ سے یہ مراد نہیں کہ یہ حکم صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی ہے بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کے اتباع جنہیں آپؐ سے محبت ہے آپ کو تبلیغ کرتے دیکھیں گے تو وہ بھی اس کام میں لگ جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک دفعہ کسی نے کہا آپ کی جماعت کے لوگ ابھی تک مغربی طریقے پر چل رہے ہیں، مغربی طرز پر بال کٹاتے ہیں، ڈاڑھیاں منڈاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہم تو اصول کو لیتے ہیں جزئیات کی طرف توجہ دینے کے لیے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ فرمایا جب ایمان ان کے دلوں میں راسخ ہو جائے گا اور یہ اُن انوار اور برکات پر جو نازل ہوتی ہیں غور کریں گے تو لازماً محسوس کریں گے کہ ہمیں اس سے محبت کرنی چاہیے اور جب انہیں محبت ہو جائے گی تو پھر وہ آپ ہی آپ یہ کام شروع کر دیں گے[3]۔ اگر ہم ایک ایک مسئلہ کے پیچھے لگ جائیں تو یہ بہت مشکل ہے۔ آخر مسلمانوں کی کونسی کل سیدھی ہے۔ اگر ہم ہاتھ باندھنے اور رکوع، سجود اور آمین وغیرہ کے جھگڑوں میں پڑ جائیں تو پھر بنیادی کاموں کے لیے کہاں سے وقت لائیں۔ ہم نے تو بنیادی اصولوں کو قائم کرنا ہے۔ جب وہ قائم ہو جائیں گے تو یہ چیزیں آپ ہی آپ ہو جائیں گی۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ ایک دوست قادیان آئے۔ انہوں نے بیعت بھی کر لی تھی۔ بعد میں انہیں ٹھوکر لگی اور پھر انہوں نے اپنی اصلاح بھی کر لی۔ مَیں نے سنا ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں۔ اُن کا طریقِ لباس کچھ ہندوانہ تھا کیونکہ وہ ایک ہندو ریاست میں جج تھے اور کچھ انگریزیت غالب تھی۔ دو سال کے بعد مَیں نے انہیں دیکھا تو اُن کا وہی لباس تھا جو مَیں پہنتا تھا۔ مَیں نے کسی سے پوچھا اس کی

وجہ کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ جب سے وہ آپ کے پاس سے گئے ہیں وہ آپ کی طرز کا ہی لباس پہنتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے اس لیے میں وہی کام کروں گا جو آپ کرتے ہیں اور وہی کپڑے پہنوں گا جو آپ پہنتے ہیں۔

غرض اگر ایک شخص کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو وہ اُس کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تُو ہی یہ کام کر، یہ کام تیرا ہی ہے دوسروں کا نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تُو یہ کام کر اور تیری امت میں سے جو تجھ سے محبت کرنے والا ہوگا وہ بھی تمہیں دیکھ کر یہ کام کرنے لگ جائے گا۔ گویا یہ کہہ کر آپؐ کی امّت کا امتحان لیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ آیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی امت کو محبت ہے یا نہیں؟ اور کیا وہ آپ کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھ کر وہی کام کرنے لگ جاتی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کام کیا تھا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کام داعی الی اللہ کا کام تھا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرماتا ہے رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا۔4 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل کام منادی کا تھا اور یہی معنے رسول کے ہیں۔ منادی اور داعی ایک ہی بات ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ منادی کے لفظ میں زور پایا جاتا ہے۔ منادی کرنے والا خوب چلّاتا ہے۔ گویا نداء، دعا کا انتہائی درجہ ہوتا ہے۔ فرمایا اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ۔ اے رسول! تُو اپنے رب کے رستہ کی طرف دنیا کو بُلا اور یہی تیرا اس بعثت میں کام ہے۔ اب کسی کو رب کے رستہ کی طرف بلانے کے دو ہی معنے ہوا کرتے ہیں۔ ایک معنے یہ ہوا کرتے ہیں کہ تُو اس رستہ کی طرف بُلا جو اس کی طرف جاتا ہے اور ایک معنے یہ ہوا کرتے ہیں کہ جس رستہ پر خدا تعالیٰ چل رہا ہے اُس رستہ پر تُو باقی لوگوں کو بھی چلا۔ پس اُدْعُ کے یہ دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ یعنی اے محمد رسول اللہ! تُو لوگوں کو اس رستہ کی طرف بلا جو خدا کی طرف جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تُو اس رستہ کی طرف بُلا جس پر خدا چل رہا ہے۔ یہ دونوں ہی اس آیت کے معنے ہیں۔ ایک ادنیٰ درجہ کے معنے ہیں اور ایک اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ سب سے پہلے محبت پیدا کرائی جاتی ہے اور جب محبت پیدا ہو جاتی ہے اور لوگ ان صداقتوں کو قبول کر لیتے ہیں تو پھر وہ دوسروں کو اس کی طرف بلاتے ہیں۔ یعنی مومن کا یہ کام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ

کی طرف جانے والے رستہ کی طرف لوگوں کو بلائے۔اور جب وہ اُس مقام پر پہنچ جائے تو اعلیٰ مومن کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ اُس رستہ پر چلنا شروع کر دے جس پر خدا تعالیٰ چل رہا ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ کوئی مادی سڑک تو نہیں ہوسکتی جس پر اللہ تعالیٰ چل رہا ہو۔اللہ تعالیٰ کی صفات ہی وہ رستہ ہیں جن کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ ہیں۔مثلاً اللہ تعالیٰ ربّ ہے اُس کا ایک رستہ ربوبیت کے اظہار کا رستہ ہے۔وہ رحمان ہے اُس کا ایک رستہ رحمانیت کے اظہار کا رستہ ہے۔وہ رحیم ہے اُس کا ایک رستہ رحیمیت کے اظہار کا رستہ ہے۔وہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے اُس کا ایک رستہ مالکیت کے اظہار کا ہے۔پس اللہ تعالیٰ کے رستہ پر چلنے کے یہ معنے ہیں کہ انسان بھی ربّ بن جائے، رحمٰن بن جائے، رحیم بن جائے، جبّار بن جائے، حافظ بن جائے، قَهَّار بن جائے، رافع بن جائے۔غرض اُدْعُ کا یہ مطلب ہے کہ پہلے تُو ان لوگوں کو جو خدا تعالیٰ کے رستہ کی طرف نہیں آتے اُس طرف بلا اور جب وہ آ جائیں تو پھر انہیں اس راستہ پر چلا جس پر خدا تعالیٰ چل رہا ہے۔

رسول کا جو اصل کام ہے اس کی طرف قرآن کریم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں اشارہ فرماتا ہے رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ [5] رسول پہلے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات سنا کر اُس کے قائم کردہ سلسلہ کی طرف بلاتا ہے اور پھر ان کو کتاب سکھاتا ہے، حکمت سکھاتا ہے اور تزکیہ کرتا ہے۔یعنی غیر مومن کو مومن بناتا ہے اور مومن کو خدا رسیدہ مومن بناتا ہے۔ مذکورہ بالا آیات جن پر مَیں خطبہ دے رہا ہوں ان میں بھی اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ کہا ہے۔ ہدایۃ، دین اور رشد وغیرہ کے لفظ استعمال نہیں کیے بلکہ سَبِيْلِ رَبِّكَ کے الفاظ استعمال کیے ہیں جس کے دو معنی ہیں۔یعنی غیر مومن کو پہلے مومن بناؤ اور پھر مومن کو خدا رسیدہ مومن بناؤ۔

جب کوئی شخص اپنے ایمان کو مشاہدہ کی شکل میں لے آتا ہے تو پھر وہ ظلّی طور پر ربّ بن جاتا ہے، رحمان بن جاتا ہے، رحیم بن جاتا ہے۔وہ سمجھتا ہے کہ جس رستہ پر خدا تعالیٰ چل رہا ہے اُسی پر مجھے بھی چلنا چاہیے۔اسی طرح ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، عزیزیت، غفّاریت وغیرہ خدا تعالیٰ کی جتنی بھی صفات ہیں وہ اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔وہ اسی پر کفایت نہیں کر جاتا کہ وہ چند

عقائد مان کر ایک سلسلہ میں داخل ہو گیا ہے بلکہ وہ مومن سے خدارسیدہ مومن بننے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کی طرف رسول بلاتا ہے اور اس سے محبت کرنے والے اس پر خود بخود قائم ہو جاتے ہیں۔ مَیں تم سے پوچھتا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے کتنے ہیں جو اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ پر عمل کرتے ہیں؟ آپ میں سے کتنے ہیں جو اپنے وقت کا معتد بہ حصہ تبلیغ میں خرچ کرتے ہیں اور پھر اپنے باقی وقت کو اس طرح پر خرچ کرتے ہیں کہ وہ مومن سے خدا رسیدہ مومن بن جائیں؟ اگر آپ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ پر عمل کرتے تو کتنا بڑا تغیر پیدا ہو جاتا۔ دنیا میں ایک زلزلہ آ جاتا اور قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی حکومت قائم ہو جاتی "۔

(الفضل 9 دسمبر 1948ء)

1: النحل: 126 تا 129

2: تذکرہ صفحہ 53 ایڈیشن چہارم

3: سیرت المہدی روایت نمبر 257

4: آل عمران: 194

5: البقرہ: 130